سیدنا خضر علیہ السلام

محمد ارشد کمال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیّدنا موسیٰ اور سیّدنا خضر علیہما السلام کا ایک بڑا ہی دلچسپ اور سبق آموز واقعہ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کی بعض تفصیلات احادیث مبارکہ میں بھی ملتی ہیں۔ اس ایک واقعہ کے علاوہ خضر علیہ السلام کے مزید حالات ہم تک نہیں پہنچے مگر لوگوں کے اندر ان کے متعلق بڑی عجیب وغریب باتیں معروف ہیں۔ سطور ذیل میں انہی چیزوں پر ہم روشنی ڈالیں گے۔

خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۝ .... الخ ﴾ (الکھف : ٦٠ تا ٨٢)

''اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا: میں مسلسل چلتا رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاوں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں۔ پھر جب وہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے، پس اس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنی راہ بنالی۔ پس جب وہ دونوں آگے گزر گئے تو اس (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنے جوان سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ، بلاشبہ ہم اپنے اس سفر میں تھکاوٹ سے دو چار ہو چکے ہیں۔ اس نے کہا: کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو بے شک میں مچھلی بھول گیا، اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ (آپ سے) اس کا ذکر کروں، اور اس نے دریا میں عجیب طریقے سے اپنی راہ بنالی تھی۔ اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: یہی وہ جگہ تھی جسے ہم ڈھونڈ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے

قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس ہوئے۔ تو وہاں انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا: کیا میں اس شرط پر آپ کے پیچھے آ سکتا ہوں کہ آپ مجھے بھی اس بھلائی میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ اس نے کہا: بے شک آپ میرے ہمراہ ہرگز نہ صبر کر سکیں گے۔ اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جسے آپ اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے۔ اس (موسیٰ) نے کہا: آپ مجھے ان شاء اللہ ضرور صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس (خضر) نے کہا: پس اگر آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے تو کسی چیز کا مجھ سے سوال نہ کیجئے گا جب تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر نہ چھیڑوں۔ پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر علیہ السلام) نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا آپ نے اس میں شگاف کر دیا ہے تاکہ اس کے سواروں کو غرق کر دیں؟ بے شک آپ نے تو بڑا خطرناک کام کیا ہے، اس نے کہا: کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ بے شک آپ میرے ہمراہ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا: جو چیز میں بھول گیا ہوں، آپ اس پر میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ ڈالیں۔ پھر وہ دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے تو اس (خضر) نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس (موسیٰ) نے کہا: کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر ڈالا، بے شک آپ نے تو ایک بہت ہی ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ اس (خضر) نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بے شک آپ میرے ہمراہ ہرگز نہ صبر کر سکیں گے۔ اس (موسیٰ) نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کی بابت سوال کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھیے گا، یقیناً

آپ میری طرف سے حدِ عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے۔ تو اس کے باسیوں سے انھوں نے کھانا مانگا تو انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ ان کی ضیافت کریں پھر ان دونوں نے اس (بستی) میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو اس (خضر علیہ السلام) نے اسے سیدھا کر دیا۔ اس (موسیٰ) نے کہا: اگر آپ چاہتے تو یقیناً اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ اس (خضر) نے کہا: یہ میرے درمیان اور آپ کے درمیان جدائی ہے، میں جلد ہی آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ رہی کشتی، تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو زبردستی ہر کشتی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔ اور رہا وہ لڑکا، تو اس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ وہ انھیں سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا۔ سو ہم نے چاہا کہ انھیں ان کا رب ایسا بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور شفقت میں زیادہ قریب ہو۔ اور رہی دیوار، تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں۔ اور میں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یہ تھی ان کاموں کی حقیقت جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔''

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ بنو اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام وہ نہیں جو خضر علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے سوال ہوا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون

ہے؟ انھوں نے کہا: میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان پر عتاب فرمایا کہ انھوں نے علم کو (جو اصل میں اللہ کے پاس ہے) واپس اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں نہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین (دو پانیوں کے ملنے کی جگہ) پر ہے اور وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرے رب! میرے لیے ان سے ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو ان سے کہا گیا: ایک تھیلے میں ایک مچھلی رکھ لو، جہاں آپ مچھلی کو گم پائیں گے وہ وہیں ہوگا۔ وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) چل پڑے، ان کے ساتھ ان کا جوان ساتھی (خادم) بھی چل پڑا، وہ یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھیلے میں ایک مچھلی اُٹھالی، وہ اور ان کا جوان ساتھی چل پڑے یہاں تک کہ ایک چٹان کے پاس پہنچ گئے، موسیٰ علیہ السلام بھی سو گئے اور ان کا جوان (خادم) بھی سو گیا، اتنے میں مچھلی تھیلے میں تڑپی، تھیلے سے نکلی اور سمندر میں جا گری۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا پتہ نہ چل سکا صرف جوان نے یہ بات دیکھی۔) اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کے لیے پانی کے بہاؤ کو روک دیا، حتیٰ کہ وہ پانی مچھلی کے لیے ایک طاقچے کے مانند ہو گیا اور اس کے اندر ہی مچھلی کے لیے ایک سرنگ نما راستہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے جوان دونوں کے لیے حیرت ناک بات تھی، ان دونوں نے دن اور رات کے باقی حصے میں سفر جاری رکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی (مچھلی کی بات) آپ کو بتانا بھول گیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے صبح کی تو اپنے جوان سے کہا: ہمارا دن کا کھانا پیش کرو، ہمیں اس سفر میں خوب تھکاوٹ ہوئی ہے۔

آپ ﷺ فرمایا: وہ اس جگہ سے جس کا انھیں حکم دیا گیا تھا، آگے نکل جانے سے پہلے نہ تھکے تھے۔ اس (جوان) نے کہا: آپ نے دیکھا، جب ہم چٹان کے پاس رُکے تھے تو میں مچھلی وہیں بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی یہ بات (بھی) بھلوادی کہ میں (آپ کے سامنے) اس کا ذکر کروں، اور عجیب بات (یہ) ہے کہ اس (مچھلی) نے پانی میں راستہ پکڑ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہی تو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ دونوں واپس اپنے قدموں

کے نشانوں پر روانہ ہوگئے۔ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں کو دیکھتے ہوئے جا رہے تھے کہ دونوں چٹان کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرد کو دیکھا جس نے اپنے ارد گرد کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے انھیں سلام کہا، وہ بولے: اس سرزمین پر سلام کہاں سے آ گیا؟ انھوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں، پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ کہا: ہاں۔ انھوں نے کہا: آپ اللہ کے علم میں سے اس علم پر ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا اسے میں نہیں جانتا، اور میں اللہ کے اس علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا، آپ اسے نہیں جانتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں تا کہ آپ ہدایت کا وہ علم جو آپ کو سکھایا گیا، مجھے بھی سکھا دیں؟ انھوں نے کہا: آپ میرے ساتھ (رہتے ہوئے) ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے، آپ اس بات پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں جس کی آپ کو آگاہی (تک) نہیں۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے ان سے کہا: اگر آپ میرے پیچھے چلتے ہیں تو اس وقت تک مجھ سے کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر شروع نہ کروں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ٹھیک ہے۔ خضر اور موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے چل پڑے۔ ایک کشتی ان دونوں کے قریب سے گزری۔ دونوں نے ان (کشتی والوں) سے بات کی کہ وہ ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھا لیں۔ انھوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور دونوں کو بغیر کرایہ لیے کشتی میں بٹھا لیا۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کی طرف رُخ کیا اور اسے اکھیڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرائے کے کشتی پر بٹھایا ہے، آپ نے ان کی کشتی کی طرف رُخ کر کے اسے توڑ دیا تا کہ آپ اس کے سواروں کو غرق کر دیں، آپ نے بڑا ہی عجیب کام کیا ہے۔ خضر نے کہا: میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے! انھوں (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: میرے بھول جانے پر میرا مؤاخذہ نہ کریں اور میرے (اس) کام کی وجہ سے میرے ساتھ سخت برتاؤ نہ کریں۔ پھر وہ دونوں کشتی سے نکلے، جب وہ ساحل پر چلے جا رہے تھے تو اچانک ایک لڑکا دوسرے لڑکوں

کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اسے سر سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اسے (جسم سے) الگ کر دیا اور اس لڑکے کو مار دیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نے کسی جان (کے قصاص) کے بغیر ایک معصوم جان کو قتل کر دیا۔ آپ نے بہت بُرا کام کیا۔ انھوں نے کہا: میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ بات پہلی بات سے شدید تر تھی۔ انھوں (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: اگر میں نے اس کے بعد آپ سے کسی اور چیز کے بارے میں سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے عذر تک پہنچ گئے۔ وہ دونوں پھر چل پڑے، یہاں تک کہ جب ایک بستی کے لوگوں تک پہنچے تو دونوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا، ان لوگوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا، پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی۔ یعنی وہ جھکی ہوئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اس طرح کیا اور اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: یہ ایسے لوگ ہیں کہ ہم ان کے ہاں آئے تو انھوں نے ہمیں مہمان نہ بنایا، کھانا تک نہ کھلایا، اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اُجرت لے سکتے تھے۔ انھوں نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی (کا وقت) ہے۔ جن باتوں پر آپ سے صبر نہ ہو سکا میں آپ کو ان کی حقیقت بتاتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! میرا دل چاہتا ہے کہ وہ صبر کر لیتے یہاں تک کہ ہمارے سامنے ان کی مزید باتیں بیان ہوتیں۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلی بات موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نسیان (کی بنا پر) تھی۔''

آپ نے فرمایا: ''ایک چڑیا (اُڑتی ہوئی) آئی یہاں تک کہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر اس نے سمندر میں چونچ ماری تو خضر علیہ السلام نے ان (موسیٰ) سے کہا: میرے اور تمھارے علم نے اللہ کے علم (غیب) میں اس سے زیادہ کمی نہیں کی جتنی کمی اس چڑیا نے سمندر کے پانی میں کی ہے۔'' (صحيح البخاري، ح: ١٢٢، صحيح مسلم، ح: ٢٣٨٠ واللفظ له)

لفظ خضر، کا تلفظ:

لفظ خضر خاء کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ (خَضِر) ہے۔ خاء کے کسرہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ (خِضْر) بھی درست ہے۔ دونوں میں الف لام اور بغیر الف لام کے بھی درست ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۱/۲۲۲)

نام اور وجہ تسمیہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَآءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَاءَ)) ''ان کا نام خضر اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ ایک مرتبہ وہ خشک زمین پر بیٹھے تو ان کے اُٹھنے کے بعد وہ زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی تھی۔'' (صحيح البخاري، ح: ٣٤٠٢)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خضر علیہ السلام کا اصل نام کچھ اور تھا۔ خضر ان کا لقب تھا۔ اور جمہور اہل علم کا بھی یہی کہنا ہے۔ (تنوير الاذهان من تفسير روح البيان: ٢/ ٣٩٣)

اصل نام کے سلسلے میں مورخین کے متعدد اقوال ملتے ہیں جن میں زیادہ معروف ''بلیا بن ملکان'' ہے۔ (فتح الباري: ٦/ ٥٢٦، ٥٢٧۔ الإصابة في تمييز الصحابة: ١/ ٤٨٩)

خضر علیہ السلام انسان تھے یا فرشتہ؟

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام فرشتہ تھے۔ (دیکھئے: تیسیر القرآن: ۲/۶۵۲)

لیکن درست اور راجح بات یہ ہے کہ وہ انسان تھے، فرشتہ نہ تھے۔ کیونکہ فرشتے انسانوں سے الگ ایک جنس اور مخلوق ہیں۔

❁ صحیح البخاری میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعہ کے سلسلے میں مروی حدیث میں ہے کہ ایک سائل نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کر دیا: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انھوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

ان کی طرف وحی بھیجی کہ: ((إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ)) ''بے شک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے، وہ تم سے بڑا عالم ہے۔'' (صحیح البخاري، ح: ۱۲۲)

غور کریں کہ سائل کا سوال یہ نہیں تھا کہ مخلوق میں سب سے بڑا عالم کون ہے، بلکہ اس نے لوگوں اور انسانوں میں سے سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کا بتایا۔

❁ قرآن مجید میں قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام میں مذکور ہے: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَآ أَتَيَآ أَهْلَ قَرْيَةٍ ٱسْتَطْعَمَآ أَهْلَهَا فَأَبَوْا۟ أَن يُضَيِّفُوهُمَا﴾ (الکھف: ۷۷) ''حتی کہ جب وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے، دونوں نے اس (بستی) کے باشندوں سے کھانا مانگا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان دونوں کی مہمان نوازی کریں۔'' اور حدیث میں ہے: ((......حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ لِئَامًا فَطَافَا فِى الْمَجَالِسِ فَاسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا، فَأَبَوا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا......)) ''...... یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے تو وہ کئی مجالس میں پھرے اور اس کے باشندوں سے کھانا مانگا لیکن انھوں نے انکار کر دیا کہ وہ ان کی مہمان نوازی کریں......'' (صحیح مسلم، ح: ۲۳۸۰)

اگر خضر علیہ السلام فرشتہ ہوتے تو انھیں کھانا مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ فرشتوں کو تو کھانے پینے کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ فرشتے انسانی شکل میں ان کے پاس آئے، انھوں نے فی الفور ایک بھنا ہوا بچھڑا کھانے کے لیے ان کے آگے رکھ دیا مگر فرشتوں نے کھایا ہی نہیں، ہاتھ تک نہیں بڑھایا۔ (دیکھئے: هود: ۶۹، ۷۰) خضر علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ کھانا طلب کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسان تھے، فرشتہ نہیں تھے۔

❁ قصہ خضر و موسیٰ علیہما السلام میں منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب واپس دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو ((إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ ......)) ''......اچانک وہاں ایک آدمی کپڑا لپیٹے ہوئے تھا......'' (صحیح البخاري، ح: ۱۲۲) یہاں حدیث میں خضر علیہ السلام کے لیے واضح طور پر

"رَجُلٌ" (آدمی) کا لفظ آیا ہے اور یہ لفظ انسان ہی کے لیے بولا جاتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ آجائے اور وہ یہاں نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں کہ خضر علیہ السلام فرشتہ تھے۔

❁ جمہور اہل علم کا بھی یہی موقف ہے کہ خضر علیہ السلام انسان تھے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ (م:٦٧١ھ) فرماتے ہیں: "وقيل : كان ملكا أمر الله موسى أن ياخذ عنه مماحمله من علم الباطن ، والأول الصحيح ، والله أعلم" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ان سے باطنی علم حاصل کریں جو ان کو حاصل تھا۔ لیکن پہلا قول (کہ وہ انسان تھے) ہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

(الجامع لاحكام القرآن : ١١/ ١٨)

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (م:٦٧٦ھ) فرماتے ہیں: "وحكي الماوردي فى تفسيره ثلاثة أقوال: أحدهما نبي ، والثاني ولي ، والثالث أنه من الملائكة وهذا غريب باطل" اور ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین اقوال بیان کیے ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ ولی تھے اور تیسرا یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں سے تھے، اور یہ (فرشتوں میں سے تھے) قول غریب اور باطل ہے۔

(صحيح مسلم مع الشرح للنووى : ٢/ ٢٦٩)

امام عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (م:٧٧٤ھ) فرماتے ہیں: "وأما كونه ملكا من الملائكة فقول غريب جدا" اور رہی یہ بات کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے تو یہ قول انتہائی عجیب وغریب ہے۔ (البداية والنهاية :٢/ ١٣٤)

علامہ ابوالفضل محمود الآلوسی (م:١٢٧٠ھ) لکھتے ہیں: "وقيل : ملك من الملائكة وهو قول غريب باطل كما في شرح مسلم" اور کہا گیا ہے کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھے اور یہ قول عجیب اور باطل ہے۔ (روح المعاني : ٨/ ٣٠١)

❁ علاوہ ازیں علماء مورخین نے خضر علیہ السلام کا نسب بیان کیا ہے اور جمہور نے انھیں نبی

کہا ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسان تھے، فرشتہ نہ تھے۔

خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ (م: ۵۱۶ھ) فرماتے ہیں: "ولم یکن الخضر نبیا عند أکثر أهل العلم" اور اکثر اہل علم کے نزدیک خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے۔ (معالم التنزیل: ۳/ ۴۷) لیکن امام بغوی رحمہ اللہ کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک خضر علیہ السلام نبی تھے اور یہی راجح ہے۔ اب اس کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) خضر علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ﴾ (الکھف: ۸۲) "اور میں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کیا۔" یہ خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کسی ولی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر کسی بد سے بد کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کے الہام میں شیطان کا دخیل ہوسکتا ہے۔ (تفسیر القرآن الکریم: ۲/ ۵۶۱)

قاضی ابومحمد عبدالحق ابن عطیہ الاندلسی رحمہ اللہ (م: ۵۴۱ھ) فرماتے ہیں: "﴿وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ﴾ یقتضي أن الخضر نبي" "اور میں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کیا۔" یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔ (المحرر الوجیز، ص: ۱۲۰۹) بعینہٖ یہی بات امام قرطبی نے بھی فرمائی ہے۔ (دیکھئے: الجامع لأحکام القرآن: ۱۱/ ۳۸)

حافظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "وهذا ظاهره أنه فعله بأمر الله و الأصل عدم الواسطة، ویحتمل أن یکون بواسطة نبي آخر لم یذکر وهو بعید ولا سبیل إلی القول بأنه إلهام لأن ذلك لایکون من غیر النبي و حیا حتی یعمل به من قتل النفس وتعریض الأنفس للغرق، فإن قلنا: أنه نبي بلا إنکار ذلك" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سارے کام انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے تھے اور اصل یہ ہے کہ بلا واسطہ تھے۔ اور احتمال ہے کہ کسی دوسرے نبی کے واسطے سے ہوں جن کا ذکر نہیں ہوا مگر یہ بات بعید

از عقل ہے۔ اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ یہ سارے کام الہام کے ذریعے سے کیے تھے تو یہ وہ قول ہے جس کو کہنے کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ غیر نبی کے پاس وحی نہیں آتی کہ وہ کسی جان کو ناحق قتل اور لوگوں کو غرق ہونے کے قریب کر دینے جیسے اہم کام کر ڈالے اگر ہم کہیں کہ وہ نبی تھے تو اس کا انکار نہیں۔ (الإصابة في تمييز الصحابة : ١/ ٤٩٠)

(۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝﴾ (الكهف : ٦٥) ''تو انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔'' آیت ہذا میں ''رحمت'' سے مراد نبوت ہے۔قرآن مجید میں کئی جگہ ''رحمة من ربك'' سے مراد نبوت لی گئی ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ (الزخرف : ٣١-٣٢)

''اور انھوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ کیا وہ تیرے رب کی رحمت (نبوت) تقسیم کرتے ہیں؟''

امام ابن عطیہ، واحدی، قرطبی اور ابو حیان الاندلسی وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ آیت ہذا میں رحمة سے مراد نبوت ہے۔ (دیکھئے: المحرر الوجيز، ص: ١٢٠٣۔ الوجيز، ص: ٦٦٧۔ الجامع لأحكام القرآن : ١١/ ١٨۔ البحر المحيط : ٦/ ١٣٩ (الشامله)

مفسر ابوالفضل محمود الآلوسی (م: ١٢٧٠ھ) رقم طراز ہیں: "﴿اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ قيل : المراد بها الرزق الحلال والعيش الرغد، وقيل العزلة عن الناس وعدم الاحتياج إليهم وقيل طول الحياة مع سلامة البنية والجمهور على أنها الوحي والنبوة وقد اطلقت على ذلك في مواضع من القرآن"

''ہم نے اسے اپنی جناب سے رحمت عطا کی۔'' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رزق حلال ہے اور خوش گوار زندگی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوگوں سے کنارہ کشی اور ان سے بے غرضی و

استغناء ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صحت وسلامتی کے ساتھ لمبی زندگی ہے۔ اور جمہور اس بات پر ہیں کہ اس سے وحی اور نبوت مراد ہیں اور قرآن مجید کے کئی مقامات پر رحمت کا نبوت پر اطلاق ہوا ہے۔ (روح المعاني : ۸/ ۳۰۲)

(۳) خضر علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ (الکهف : ۸۲) ''ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے اپنا خزانہ نکال لیں۔''

امام ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر فرماتے ہیں: "وقوله: ﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ دليل علی أنه كان نبيا و أنه ما فعل شيئاً من تلقاء نفسه بل بأمر ربه فهو نبي" ''تیرے رب کی رحمت سے'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نبی تھے اور انھوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا تھا بلکہ اپنے رب کے حکم ہی سے کیا تھا لہٰذا وہ نبی تھے۔

(البداية و النهاية : ۲/ ۹۲)

(۴) موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا:

﴿ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۞ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۞ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۞ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۞ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۞ ﴾ (الكهف : ٦٦تا ۷۰)

''کیا میں اس شرط پر آپ کے پیچھے آ سکتا ہوں کہ آپ مجھے بھی اس بھلائی میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟ اس نے کہا: بے شک آپ میرے ہمراہ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے اور آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جسے آپ اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے۔ کہا: آپ مجھے ان شاء اللہ ضرور صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس نے کہا:

پس اگر آپ نے میرے ساتھ چلنا ہے تو کسی چیز کا مجھ سے سوال نہ کرنا جب تک میں خود آپ سے اس کا ذکر نہ چھیڑوں۔''

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی اس گفتگو سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ چنانچہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: "فلو كان وليا وليس بنبي لم يخاطبه موسى بهذه المخاطبة، ولم يردّ على موسى هذا الرد، بل موسى إنما سأل صحبته لينال ما عنده من العلم الذي اختصه الله به دونه فلو كان غير نبي لم يكن معصومًا ولم تكن لموسى، وهو نبي عظيم ورسول كريم واجب العصمة۔ كبير رغبة ولا عظيم طلبة في علم ولي غير واجب العصمة، ولما عزم على الذهاب إليه والتفتيش عليه ولو أنه يمضي حقبا من الزمان۔ قيل ثمانين سنة، ثم لما اجتمع به تواضع له وعظّمه واتبعه في صورة مستفيد منه، دل على أنه نبي مثله، يوحى إليه كما يوحى إليه، وقد خُصّ من العلوم اللدنية والأسرار النبوية بما لم يُطلِع الله عليه موسى الكليم نبي بني إسرائيل الكريم"

''پس اگر وہ (خضر) ولی ہوتے اور نبی نہ ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام اس انداز سے انھیں مخاطب نہ ہوتے اور نہ وہ اس انداز سے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیتے۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے تو ان کی صحبت میں رہنے کی درخواست اس لیے کی تھی کہ اللہ کا دیا ہوا خاص علم ان سے حاصل کریں جو ان (موسیٰ علیہ السلام) کے پاس نہ تھا۔ پس اگر وہ نبی نہ ہوتے تو معصوم عن الخطا بھی نہ ہوتے اور موسیٰ علیہ السلام کو عظیم المرتبت نبی، عزت دار اور گناہوں سے محفوظ رسول ہوتے ہوئے ایک ولی جو معصوم عن الخطا نہیں، کی اتباع کرنے اور اس سے علم حاصل کرنے کی رغبت نہ ہوتی۔ اور نہ وہ ان کے پاس جاتے اور نہ ان کے حالات معلوم کرنے کا عزم کرتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے مدتوں سفر جاری رکھنے کا عزم کرلیا تھا اور کہا گیا ہے کہ اسّی سال مراد ہیں۔ پھر جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان سے ملے تو ان کے سامنے تواضع اور انکساری اختیار کی ان کی تعظیم

وتوقیر بجالائے اور طالب علم کی حیثیت سے ان کی پیروی کی۔ یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ (خضر علیہ السلام) بھی آپ جیسے نبی تھے۔ ان کی طرف بھی اسی طرح وحی کی جاتی تھی جس طرح آپ کی طرف کی جاتی تھی۔ وہ علم لدنی اور اسرار نبوت سے خصوصی طور پر نوازے گئے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے معزز نبی موسیٰ کلیم کو بھی مطلع نہیں کیا تھا۔"(البداية والنهاية :٢/ ١٣٣، ١٣٤)

(۵) قصہ خضر علیہ السلام میں مذکور ہے کہ انھوں نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نبی تھے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أن الخضر أقدم على قتل ذلك الغلام، وما ذاك إلا للوحي إليه من الملك العلام، وهذا دليل مستقل على نبوته، وبرهان ظاهر على عصمته، لأن الولي لايجوز له الإقدام على قتل النفوس بمجرد ما يلقى في خلده لأن خاطره ليس بواجب العصمة، إذ يجوز عليه الخطأ بالاتفاق، ولما أقدم الخضر على قتل ذلك الغلام الذي لم يبلغ الحلم علما منه أنه إذا بلغ يكفر ويحمل أبويه على الكفر لشدة مجتهما له فيتابعانه عليه، ففي قتله مصلحة عظيمة تربو على بقاء مهجته، صيانة لأبويه عن الوقوع فى الكفر وعقوبته دل ذلك على نبوته وأنه مؤيد من الله بعصمته" اور خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کیا تھا تو یہ اللہ ملک العلام کی طرف سے وحی کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے، اور یہ ان کی نبوت پر مستقل دلیل ہے اور ان کے معصوم ہونے کی واضح برہان ہے، کیونکہ ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ محض دل میں اُٹھنے والے خیال کی وجہ سے نفوس کو قتل کرنے پر قدم اُٹھائے۔ اس لیے کہ اس کا خیال غلطی سے پاک نہیں ہے۔ بالاتفاق اس سے غلطی سرزد ہوسکتی ہے، جب خضر علیہ السلام نے اس نابالغ لڑکے کو یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ اگر یہ بڑا ہوا تو کفر کرے گا اور اپنے والدین کو کفر پر مجبور کرے گا اور وہ اس کے ساتھ شدید محبت کی وجہ سے اس کی بات مان لیں گے۔ یہ عظیم مصلحت صرف خضر علیہ السلام ہی کو معلوم ہوئی کہ

لڑکے کو زندہ رکھنے کے معاملے میں اسے قتل کر کے اس کے والدین کو کفر سے بچانا اور کفر کی سزا سے محفوظ رکھنا بہتر ہے۔ تو یہ چیز ان کی نبوت پر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے معصوم ہونے کی تائید پر دلالت کرتی ہے۔ (البداية والنهاية : ٢/ ١٣٤)

(٦) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ((إن عبدا من عبادي بمجمع البحرين هو أعلم منك)) ''بے شک دو دریاؤں کے سنگم پر میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے وہ تم سے بڑا عالم ہے۔'' (صحيح البخاري، ح : ١٢٢) اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "وأيضا فكيف يكون غير النبي أعلم من النبي؟ وقد أخبر النبي ﷺ في الحديث الصحيح إن الله قال لموسى: "بل عبدنا خضر" وأيضا فكيف يكون النبي تابعا لغير نبي؟" ''اور یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک غیر نبی، نبی سے بڑا عالم ہو؟ نبی ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا: ''بلکہ ہمارا بندہ خضر۔'' اور یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی غیر نبی کا تابع ہو؟ (الإصابه في تمييز الصحابة : ١/ ٤٩٠)

(٧) جمہور اہل علم کا بھی یہی کہنا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔ امام ابن عطیہ فرماتے ہیں: "والخضر نبي عند الجمهور" ''اور جمہور کے نزدیک خضر نبی ہیں۔''

(المحرر الوجيز، ص : ١٢٠٣)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والخضر نبي عند الجمهور، وقيل : هو عبد صالح غير نبي، والآية تشهد بنبوته لأن بواطن أفعاله لاتكون إلا بوحي و أيضا فإن الإنسان لايتعلم ولا يتبع إلا من فوقه، وليس يجوز أن يكون فوق النبي من ليس بنبي، وقيل : كان ملكا أمر الله موسى أن ياخذ عنه مما حمله من علم الباطن، والأول الصحيح۔ والله أعلم" اور جمہور کے نزدیک خضر علیہ السلام نبی تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ نیک بندے تھے، نبی نہیں تھے لیکن آیت ان کی نبوت کی گواہی دے رہی ہے کیونکہ ان کے افعال کے راز وحی کے ذریعے ہی

سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اس لیے بھی کہ انسان اسی سے سیکھتا اور اسی کی اتباع کرتا ہے جو اس سے بلند رتبہ والا ہو اور یہ جائز نہیں کہ نبی سے وہ بلند رتبہ والا ہو جو نبی نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ ان سے باطنی علم حاصل کریں جو ان کو حاصل تھا، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ (الجامع لأحكام القرآن : ۱۱/ ۱۸)

امام ابوحیان الاندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والجمهور على أن الخضر نبي وكان علمه معرفة بواطن قد أوحيت إليه وعلم موسى الأحكام والفتيا بالظاهر" جمہور اس بات پر ہیں کہ خضر نبی تھے ان کا علم باطن کی معرفت کا تھا جس کی ان کی طرف وحی کی گئی تھی اور موسیٰ کا علم ظاہری احکام اور فتویٰ کا تھا۔

(البحر المحيط : ٦/ ١٣٩ ، الشاملة)

محمد بن احمد الخطیب الشربینی (م: ۹۷۷ھ) رقم طراز ہیں: "وكونه نبيًا هو قول الجمهور" اور ان کا نبی ہونا، یہ جمہور کا قول ہے۔ (السراج المنير : ٢/ ٤٣٣)

قاضی محمد بن علی الشوکانی (م: ۱۲۵۰ھ) رقم طراز ہیں: "وقد ذهب الجمهور إلى أن الخضر كان نبيًا" اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ خضر نبی تھے۔ (فتح القدير : ٢/ ٦٧٠)

معلوم ہوا کہ خضر علیہ السلام نبی تھے یہی جمہور اہل علم کی رائے ہے اور یہی راجح ہے۔

بریلوی مکتبہ فکر کے عالم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: جمہور کے نزدیک خضر علیہ السلام نبی ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس قصہ میں ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور یہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ ایک مرد صالح تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے اور یہ بہت غریب قول ہے۔

مصنف کے نزدیک ان کے ولی ہونے کا قول تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ اگر وہ ولی ہوتے تو ان پر الہام ہوتا اور الہام ایک ظنی چیز ہے۔ اور انھوں نے بغیر کسی شرعی دلیل کے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا اور ظنی دلیل سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز اگر وہ ولی ہوتے تو ولی سے نبی افضل ہوتا ہے اور افضل کا مفضول کے پاس حصول علم کے لیے جانا صحیح نہیں ہے۔

اور رہا یہ قول کہ وہ فرشتہ تھے (اور سید مودودی نے بھی اسی طرح کہا ہے) تو یہ بالکل مردود ہے کیونکہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے لبستی والوں سے کھانا طلب کیا جبکہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔(نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری: ٦/ ٤٤٦) (نوٹ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ثابت نہیں ہے)

دیوبند مکتبہ فکر کے عالم جناب مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ جمہور اُمت کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک نبی اور پیغمبر تھے مگر ان کو کچھ تکوینی خدمتیں منجانب اللہ سپرد کی گئی تھیں انہی کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی۔

(معارف القرآن : ٥/ ٦١٢)

حافظ ابن حجر العسقلانی رقم طراز ہیں:"وكان بعض أكابر العلماء يقول : أول عقد يحل من الزندقة اعتقاد كون الخضر نبيا ، لأن الزنادقة يتذرّعون بكونه غير نبي إلى أن الولى أفضل من النبي كما قال قائلهم : مقام النبوة في برزخ : فويق الرسول ودون الولي" بعض اکابر علماء کہا کرتے تھے کہ خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کے اعتقاد سے زنادقہ کا پہلا عقدہ حل ہوجاتا ہے کیونکہ زنادقہ کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے کیونکہ ان کے نزدیک نبی کے مقابلے میں ولی افضل ہے حتی کہ ان میں سے کسی کہنے والے نے یوں بھی کہا ہے : نبوت کا مقام درمیان میں ہے رسول سے قدرے اُونچا اور ولی سے نیچا۔(الإصابة: ١/ ٤٩٠)

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

اس سلسلہ میں بھی شدید اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں۔

امام ابوزکریا النووی فرماتے ہیں:"واختلفوا في حياة الخضر ونبوته ، فقال الأكثرون من العلماء : هو حي موجود بين أظهرنا ، وذلك متفق عليه عند الصوفية وأهل الصلاح والمعرفة ، وحكاياتهم في رؤيته والإجتماع به والأخذعنه ، وسؤاله وجوابه ، ووجوده فى المواضع

الشريفة ومواطن الخير أكثر من أن تحصر، وأشهر من أن تذكر، قال الشيخ أبو عمرو بن الصلاح في فتاويه: هو حي عند جماهير العلماء والصالحين والعامة معهم في ذلك، قال: وإنما شذ بإنكاره بعض المحدثين۔" اور خضر علیہ السلام کی حیات اور نبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ موقف صوفیوں، صالحین اور عارفین کے ہاں متفق علیہ ہے اور خضر کو دیکھنے، ان سے مجلس اختیار کرنے، ان سے علم حاصل کرنے، سوال و جواب کرنے اور مقدس مقامات پر ان کے موجود ہونے کی حکایات اس قدر ہیں کہ انھیں احاطہ شمار میں لانا ایک مشکل امر ہے اور ذکر کرنے سے زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام مسلمان بھی اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔ انھوں (ابوعمرو) نے یہ بھی کہا ہے کہ بس بعض محدثین نے شذوذ اختیار کرتے ہوئے اس کا انکار کیا ہے۔

(تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ١٩١، ١٩٢)

اس کے برعکس امام ابوحیان الاندلسی کا دعویٰ یہ ہے کہ: "والجمهور على أنه مات، وقال شرف الدين أبو عبدالله محمد بن أبى الفضل المرسي: أما خضر موسى بن عمران، فليس بحي لأنه لو كان حيا للزمه المجيئ إلى النبي ﷺ والإيمان به واتباعه" اور جمہور اس بات پر ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور شرف الدین ابوعبداللہ بن ابی الفضل المرسی (محدث مفسر متقن) نے کہا: رہا موسیٰ بن عمران کا خضر، تو وہ زندہ نہیں ہیں، کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے۔ (البحر المحيط: ٦/ ١٣٩، الشامله)

یہ موخر الذکر موقف ہی دلائل کی رُو سے راجح اور اقرب الی الحق ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں: "والصواب الذي عليه

المحققون أنه ميت، و أنه لم يدرك الإسلام ولو كان موجودا في زمن النبي ﷺ لوجب عليه أن يؤمن به ويجاهد معه كما أوجب الله ذلك عليه وعلى غيره" اور درست موقف وہی ہے جس پر محققین ہیں کہ واقعی وہ فوت ہو چکے ہیں اور انھوں نے اسلام کا دور نہیں پایا اور اگر وہ نبی ﷺ کے دور میں موجود ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے جس طرح کہ یہ چیز آپ ﷺ اور دوسرے لوگوں پر واجب تھی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۷/ ۱۰۰، ۱۰۱)

شارح ابوداؤد علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی (م: ۱۳۲۹ھ) فرماتے ہیں: "قلت: ماقاله النووي من أن حياة الخضر قول الجمهور ليس بصحيح، وقد رد عليه الحافظ ابن حجر فى الإصابة فقال: اعتنى بعض المتأخرين بجمع الحكايات الماثورة عن الصالحين وغيرهم ممن بعد الثلاث مائة فما بلغت العشرين مع ما فى أسانيد بعضها من يضعف لكثرة أغلاطه أو إيهامه بالكذب كأبي عبدالرحمٰن السلمى وأبى الحسن بن جهضم۔" میں کہتا ہوں کہ نووی نے حیات خضر علیہ السلام کو جو جمہور کا قول کہا ہے یہ بالکل صحیح نہیں۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الإصابة" میں رد کیا ہے چنانچہ انھوں نے کہا: تین سو اور تین سو بیس کے بعد بعض متاخرین صالحین سے (خضر علیہ السلام کے متعلق) منقول حکایات جمع کرنے میں مشغول ہوئے باوجود یہ کہ ان کی سندوں میں بعض ایسے راوی ہیں جو کثرت اغلاط یا متہم بالکذب ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیے گئے ہیں جیسے ابوعبدالرحمٰن السلمی اور ابوالحسن بن جہضم ہیں۔ (عون المعبود: ۱۱/ ۲۹۸)

علامہ محمود الآلوسی لکھتے ہیں: "فذهب جمع إلى أنه ليس بحي اليوم" اور جمہور اس بات کی طرف گئے ہیں کہ وہ (خضر علیہ السلام) آج زندہ نہیں ہیں۔

(روح المعاني: ۱۵/ ۳۲۰، الشامله)

❁ وفات خضر علیہ السلام پر دلائل:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (الأنبیاء: ٣٤) ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی۔''

اگر خضر علیہ السلام فوت نہیں ہوں گے تو پھر ان کے لیے خلود (ہمیشگی) ثابت ہو جائے گا۔ خضر علیہ السلام بھی ایک بشر تھے لہٰذا وہ بھی آیت ہذا کے عموم میں داخل ہیں۔ اور صحیح دلیل کے بغیر ان کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ اصل عدم ہی ہے جب تک کہ اس کے برخلاف کوئی دلیل نہ ملے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی جس سے اس عموم کی تخصیص کی جا سکے۔

(دیکھئے: البدایة والنهایة: ٢/ ١٤٤)

(۲) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری حصے میں ایک رات ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)) ''کیا تم نے اپنی یہ رات دیکھی ہے؟ (اسے یاد رکھو) کیونکہ اس سے ایک سو سال کے سرے پر ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہے گا جو زمین پر موجود ہیں۔'' (صحیح البخاري، ح: ١١٦ - صحیح مسلم، ح: ٢٥٣٧)

(۳) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات سے ایک مہینہ قبل یہ فرماتے سنا: ((تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ)) ''تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو؟ حالانکہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ (البتہ اس بات پر) میں اللہ کی قسم اُٹھاتا ہوں کہ اس وقت کوئی ایسا سانس لیتا ہوا انسان موجود نہیں کہ اس پر سو سال گزریں تو وہ اس دن بھی زندہ ہو۔'' (صحیح مسلم، ح: ٢٥٣٨)

امام ابن کثیر ان دونوں حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قال ابن الجوزي: فهذه الأحاديث الصحاح تقطع دابر دعوى حياة الخضر عليه

السلام ، قالوا : فالخضر إن لم يكن قد أدرك زمان رسول الله ﷺ كما هو المظنون الذي يترقى فى القوة إلى القطع فلا إشكال . وإن كان قد ادرك زمانه فهذا الحديث يقتضى أنه لم يعش بعده مائة سنة فيكون الآن مفقودا لاموجودا لأنه داخل في هذا العموم والأصل عدم المخصص له حتى يثبت بدليل صحيح يجب قبوله . والله أعلم" ابن جوزی نے کہا:: یہ صحیح حدیثیں حیاتِ خضر کے دعویٰ کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اگر تو خضر علیہ السلام نے نبی ﷺ کا دور نہیں پایا جیسا کہ غالب گمان ہے بلکہ قطعی رائے کے قریب ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں اور اگر انھوں نے آپ کا دور پایا ہے تو اس حدیث کا تقاضا ہے کہ وہ سو سال بعد زندہ نہیں رہے اور وہ اب دنیا میں موجود نہیں ہیں کیونکہ وہ اس (حدیث) کے عموم میں داخل ہیں اور اصل عدم تخصیص ہے جب تک کہ کوئی قابل قبول صحیح دلیل ثابت نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ (البداية والنهاية : ٢/ ١٤٧)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جس وقت نبی ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اس وقت خضر علیہ السلام زمین پر نہیں تھے بلکہ پانی یا ہوا پر تھے۔ تو اس شخص سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا۔ قیامت آسکتی ہے مگر اس دعویٰ کی دلیل نہیں مل سکتی۔ اسی طرح خضر علیہ السلام کو اس عموم سے مستثنیٰ کرنے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۴) نبی ﷺ نے قصہ موسیٰ وخضر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى ، لَوْ كَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا)) "اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے اگر وہ صبر کر لیتے ہمیں ان کے معاملے سے کچھ مزید سننے کو ملتا۔" (صحيح البخاري ، ح: ٣٤٠١) یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ﷺ کو اس تمنا کی ضرورت نہ ہوتی، آپ ان کو حاضر کرتے یا خود ان کے پاس تشریف لے جاتے اور عجائبات مشافھۃ دیکھ لیتے۔

استاذ العلماء حافظ محمد گوندلوی (م: ۱۴۰۵ھ) فرماتے ہیں: قوله : "حتى يقص

علینا من أمرھما'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھے ورنہ آپ ان سے مل کر مزید باتیں پوچھ لیتے۔

(منحة الباری شرح صحیح بخاری : ١/ ١١٥)

(۵) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱﴾ (آل عمران : ٨١)

''اور جب اللہ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمہارے پاس رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: پس گواہ رہو اور تمہارے ساتھ میں بھی گواہوں میں سے ہوں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وقد دلت علیه هذه الآية الكريمة أن الأنبياء كلهم لو فرض أنهم أحياء مكلفون في زمن رسول الله ﷺ لكانوا كلهم أتباعا له وتحت أوامره وفي عموم شرعه، كما أنه صلوات الله وسلامه عليه لما اجتمع معهم ليلة الأسراء رفع فوقهم كلهم، ولما هبطوا معه إلى بيت المقدس وحانت الصلاة، أمره جبريل عن أمر الله أن يؤمهم فصلى بهم في محل ولايتهم ودار إقامتهم، فدل على أنه الإمام الأعظم، والرسول الخاتم المبجّل، المقدم صلوات الله وسلامه عليه عليهم اجمعين. فإذا علم وهو

معلوم عنه كل مؤمن علم أنه لو كان الخضر حيا لكان من جملة أمة محمد ﷺ وممن يقتدي بشرعه، لا يسعه إلا ذلك، هذا عيسى بن مريم عليه السلام إذا نزل في آخر الزمان يحكم بهذه الشريعة المطهرة لا يخرج منها ولا يحيد منها وهو أحد أولى العزم الخمسة المرسلين وخاتم أنبياء بني إسرائيل"۔

اور یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالفرض تمام کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام رسول اللہ ﷺ کے دور میں زندہ اور مکلّف ہوتے تو یقیناً وہ سب بھی آپ ﷺ کے متبع ہوتے، آپ کے حکموں کے تحت ہوتے اور آپ کی شریعت کے عموم میں ہوتے جس طرح کہ معراج کی شب جب آپ کے ساتھ تمام انبیاء اکٹھے ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سب سے اوپر اُٹھایا گیا اور جب وہ آپ کے ساتھ بیت المقدس میں آئے اور نماز کا وقت ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو ان کی امامت کرانے کا حکم دیا تو آپ نے ان کے محل ولائت اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ پر ان کی امامت کرائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ امام اعظم، خاتم الرسل، رسول مکرم اور سب پر مقدم ہیں۔ آپ پر درود و سلام ہوں اور ان سب پر بھی۔ جب حقیقت حال یہ ہے اور یہ ہر مومن کو معلوم ہے، تو اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ آپ ﷺ کی اُمت میں شامل ہوتے اور آپ کی شریعت پر چلتے، ان کے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھ لیجئے جب وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو وہ اسی شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے کریں گے، وہ اس شریعت سے الگ نہیں ہوں گے حالانکہ وہ پانچ اولوالعزم رسولوں (علیہم السلام) میں سے ایک ہیں۔ اور انبیاء بنی اسرائیل کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ (البداية والنهاية : ٢/ ١٤٥)

(٦) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (غزوہ بدر میں) نبی ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا اور وہ ایک ہزار تھے جبکہ آپ کے اصحاب تین سو اور چند افراد تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے رب کو پکارنے

لگے: ((أَللّٰهُمَّ! إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَاتُعْبَدُ فِي الأَرْضِ)) ''اے اللہ! اگر تو اس جماعت کو ہلاک کردے گا تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' آپ ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کیے ہوئے اپنے رب کو پکارتے رہے یہاں تک کہ آپ کے کندھوں سے آپ کی چادر گرگئی۔ اتنے میں ابوبکر آپ کے پاس آئے انھوں نے آپ کی چادر پکڑی اور آپ کے کندھے پر ڈالی پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ چمٹ گئے اور عرض کی: اللہ کے نبی (ﷺ)! اپنے رب سے آپ کا مانگنا اور پکارنا کافی ہے وہ ضرور آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا.....'' (صحيح مسلم، ح: ١٧٦٣۔ سنن الترمذي، ح: ٣٠٨١) یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دور میں وہ زندہ نہیں تھے ورنہ غزوہ بدر کے موقع پر وہ ضرور اہل اسلام کی نصرت کے لیے آتے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والمعلوم أن الخضر لم ينقل بسند صحيح ولا حسن تسكن النفس إليه أنه اجتمع برسول الله ﷺ في يوم واحد، ولم يشهد معه قتالا في مشهد من المشاهد، و هذا يوم بدر يقول الصادق المصدوق فيما دعابه لربه عزوجل، واستنصره واستفتحه على من كفره: ((أللهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد بعدها فى الأرض)) وتلك العصابة كان تحتها سادة المسلمين يومئذوسادة الملائكة حتى جبريل عليه السلام كما قال حسان بن ثابت في قصيدته له في بيت يقال: إنه أفخر بيت قالته العرب، وبئربدر إذ يرد وجوهَهم جبريل تحت لوائنا ومحمد: فلوكان الخضر حيا لكان وقوفه تحت هذه الراية أشرف مقاماته، وأعظم غزواته." اور واضح رہے کہ خضر علیہ السلام کے متعلق کوئی صحیح یا حسن قابل اطمینان سند منقول نہیں کہ وہ کبھی ایک دن ہی رسول اللہ ﷺ سے ملے ہوں اور نہ (یہ مروی ہے کہ) وہ آپ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے ہیں۔ غزوۂ

بدر کو لے لیں۔ جس میں صادق المصدوق نبی اپنے رب سے نصرت و فتح کی دعا مانگتے ہوئے فرماتے ہیں: اے اللہ! اگر تو اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو اس کے بعد زمین میں تیری عبادت نہیں ہوگی۔'' اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار اور فرشتوں کے سردار حتی کہ جبریل علیہ السلام بھی شامل تھے جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدے میں کہا ہے اور یہ شعر عربی شاعری میں بہت مقبول اور قابل فخر ہیں: ''بدر کے کنویں کے پاس جب ہمارے جھنڈے کے نیچے جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے۔'' پس اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کا آپ کے جھنڈے تلے آکر قتال کرنا، ان کے لیے بہت زیادہ شرف و عظمت والا ہوتا۔'' (البداية والنهاية : ٢/ ١٤٥)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید شیخ الاسلام ثانی امام ابن القیم (م: ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: "وسئل عنه شيخ الإسلام ابن تيميه رحمه الله فقال : لو كان الخضر حيا لوجب عليه أن يأتي النبي ﷺ ويجاهد بين يديه ويتعلم منه وقد قال النبي ﷺ يوم بدر : ((أَللّٰهُمَّ! إِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ العِصَابَةَ لَا تُعْبَدُ فِي الأَرْضِ))وكانوا ثلاث مائة وثلاثة عشر رجلا معروفين بأسمائهم وأسماء آبائهم وقبائلهم ، فأين الخضر حينئذ؟" اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: اگر خضر زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے، آپ کے سامنے جہاد کرتے اور آپ سے علم حاصل کرتے۔ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اے اللہ! اگر تو اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی۔'' اور اصحاب بدر تین سو تیرہ تھے جن کے نام، ولدیت اور قبائل معروف ہیں۔ تو اس دن خضر علیہ السلام کہاں تھے؟ (المنار المنيف، ص: ٦٨)

❁ وفات خضر علیہ السلام پر کچھ عقلی دلائل:

خضر علیہ السلام کی وفات پر کئی عقلی دلائل بھی ہیں، مثلاً:

(۱) یہ کہنا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں، فوت نہیں ہوئے۔ یہ تقول علی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف

جھوٹ منسوب کرنا) کے زمرے میں آتا ہے جو بنص قرآن حرام ہے۔ کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اس پر قرآن مجید، حدیث واجماع اُمت کی دلالت ہوتی۔

(۲) اگر خضر علیہ السلام اتنا لمبا عرصہ زندہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور اس کی خبر دیتا کیونکہ یہ عجیب خبر اور اس کی قدرت کی ایک عجیب نشانی ہے۔ جب اس نے ساڑھے نوسو سال زندہ رہنے والے کا ذکر کردیا ہے تو جو اس سے کئی گنا زیادہ زندہ ہے اس کا بدرجہ اولیٰ ذکر کرنا چاہیے تھا۔

(۳) ساری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں خضر ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ تو اس کی اس بات کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اسے دین کی دلیل بنایا جائے گا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ خضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کبھی آئے نہیں، تمہاری ملاقات کرنے کیسے آگئے؟ پھر اگر وہ جاہل آگے سے یہ جواب دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خضر کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے تو اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ ایسی باتیں کفر کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

(۴) اگر وہ نوح علیہ السلام سے پہلے موجود تھے جیسا کہ ان کی حیات کے قائلین میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام کے بعد وہ زندہ نہیں رہے کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد ان کی نسل کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:
﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴾ (الصافات: ۷۷) ''اور اس کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والی بنا دیا۔''

(۵) خضر علیہ السلام کو زندہ ماننے والوں کی سب سے بڑی دلیل منقول حکایتیں ہیں کہ فلاں شخص نے خضر علیہ السلام کو دیکھا تھا، فلاں شخص خضر علیہ السلام سے ملا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ دیکھنے والے نے کس علامت سے پہچان لیا کہ یہ خضر ہیں؟ بھلا اس خبر کو کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ انا الخضر (میں خضر ہوں) کہنے والا سچا ہے اور وہ جھوٹ نہیں بول رہا؟

(۶) اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو جنگلوں میں وحوش وطیور کے درمیان مارے مارے

پھرنے سے یہ بہتر تھا کہ وہ کافروں سے جہاد کرتے، فی سبیل اللہ سرحدات کی حفاظت کرتے، جمعہ و جماعات میں شریک ہوتے اور علم دین سکھاتے۔

(۷) خضر علیہ السلام نے موسیٰ کلیم الرحمٰن کو تو چھوڑ دیا تھا اور ان کی مصاحبت اختیار نہیں کی اور ان سے کہا: ﴿ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ﴾ (الکھف : ۷۸) ''یہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ہے۔'' حیران کن بات یہ ہے کہ موسیٰ جیسے الوالعزم پیغمبر سے تو خضر علیہ السلام نے جدائی اختیار کر لی اور دوسری طرف یہ حضرات جن کی کوئی حیثیت نہیں، ان کی انھوں نے کیسے مصاحبت اختیار کر لی؟

(۸) موسیٰ جیسے اولو العزم پیغمبر تو خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے اس قدر مشقت اور لمبا سفر کریں تب جا کر خضر سے ملاقات ہو اور دوسری طرف یہ لوگ جو خضر سے ملنے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے پاس خضر خود چل کر آئیں اور انھیں شرف ملاقات بخشیں۔ یہ عجیب بات ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خضر علیہ السلام اہم مقامات و مواقع پر حاضر تو ہوئے تھے لیکن کسی نے ان کو دیکھا نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا حاضر ہونا بہت دور کا احتمال ہے جس کی وجہ سے صرف توہمات کی بنا پر عموم کی تخصیص لازم آتی ہے اور یہ ٹھیک نہیں لہٰذا ایسا احتمال تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اگر وہ حاضر ہوتے تھے تو پوشیدہ کیوں رہے؟ جبکہ اہم مقامات میں ان کا ظاہر ہونا زیادہ اجر کا ذریعہ، بلندی درجات کا سبب اور ان کے معجزات کو زیادہ نمایاں کرنے والا ہے۔ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ ہوتے تو وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کرتے۔ جھوٹی احادیث، مقلوب روایات، بدعت اور ہوی و ہوس پر مبنی نظریات کی تردید کرتے۔ مسلمانوں کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے، ان کے اجتماعی پروگراموں میں شرکت کرتے۔ ان کو فائدہ پہنچاتے، ان سے نقصان کو دور کرتے۔ علماء و حکام کی اصلاح کرتے، دلائل اور احکام کی وضاحت کرتے۔ یہ عام شہروں میں چھپنے

اور جنگلوں اور اقطار عالم میں گھومنے پھرنے سے زیادہ بہتر تھا۔

مزید ان کے ذمہ یہ بات بھی لگائی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ میل جول کرتے ہیں لیکن لوگوں کو ان کے بارے میں علم نہیں ہوتا اگر حقیقت میں ایسا ہے تو خضر علیہ السلام ان بے مقصد اور بے کار کاموں کی بجائے تعمیری کاموں میں مصروف کیوں نہیں ہوئے؟ ہماری ذکر کردہ باتوں پر غور وفکر کرنے والا ان کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔ (البداية والنهاية : ٢/ ١٤٦)

❁ حیات خضر علیہ السلام کے قائلین کے دلائل:

✳ علی بن حسین کو ایک قریشی آدمی نے بیان کیا...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور تعزیت کرنے والے حاضر ہوئے تو انھوں نے گھر کے کونے سے آواز سنی: اہل بیت! تم پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں، بے شک اللہ کی کتاب میں ہر مصیبت سے عزا و تسلی ہے، ہر ہلاک ہونے والی چیز کا معاوضہ ہے، اور ہر نقصان کا تدارک ہے، اللہ کی توفیق کے ساتھ اللہ سے ڈرو، صرف اس سے اُمید وابستہ کرو، خسارے والا شخص وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو گیا۔ علی (زین العابدین رحمہ اللہ) نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا؟ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ (دلائل النبوة للبيهقي، ح: ٣٣١١) یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص متروک ہے۔

✳ سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے...... ہم نے کہا: آپ (الیاس علیہ السلام) کی خضر علیہ السلام سے کب ملاقات ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: پچھلے سال حج کے موقع پر۔ اور میں حج کے موقع پر ہی ان سے ملتا ہوں، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو گے تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا ...... (تاريخ دمشق : ٩/ ٢١٣) یہ روایت ضعیف ہے۔ بقیہ بن ولید مدلس کا عنعنہ ہے۔ اس کے دیگر طرق بھی ضعیف ہیں۔ (دیکھئے: الإصابة في تمييز الصحابة :١/ ٥٠٠ تا ٥٠١)

✳ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ...... خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''اے انس! تم جاؤ

اور رسول اللہ ﷺ کو جا کر کہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر فضیلت دی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء (علیہم السلام) پر فضیلت دی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جمعہ المبارک کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے، اسی طرح آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت دی ہے۔'' (الكامل لابن عدي: ٧/ ١٩٦، ١٩٧ ت ١٥٩٩) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ کثیر بن عبداللہ المزنی متروک ہے۔ اس کے دیگر طرق وشواہد بھی ضعیف ہیں۔ (دیکھئے: الإصابة في تمييز الصحابة: ١/ ٤٩٧ تا ٤٩٩)

✳ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عرفہ کے دن جبریل، میکائیل، اسرافیل اور خضر اکٹھے ہوتے ہیں...... (تاریخ دمشق: ١٦/ ٤٢٧۔ الموضوعات لابن الجوزي: ١/ ١٣٩) یہ روایت موضوع ہے۔ دیکھیے: الضعيفة، ح: ٦٢٥٠

✳ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خضر اور الیاس ہر سال موسم حج میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے...... (تاريخ دمشق: ٩/ ٢١١۔ الموضوعات لابن الجوزي: ١/ ١٣٨) یہ روایت بھی موضوع ہے۔ (دیکھئے: الضعيفة، ح: ٦٢٥١)

✳ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک خضر سمندر میں اور الیاس خشکی میں رہتے ہیں۔ دونوں کی ہر رات اس دیوار کے پاس ملاقات ہوتی ہے جو ذوالقرنین نے لوگوں اور یاجوج وماجوج کے درمیان بنائی تھی۔ دونوں ہر سال حج وعمرہ کرتے ہیں...... (بغية الباحث، ح: ٩٢٦) یہ روایت بھی موضوع ہے۔ دیکھئے: الضعيفة، ح: ٥٥٢٩۔

اس قسم کی اور بھی ضعیف اور موضوع روایات ہیں جن کی تفصیل "الإصابة في تمييز الصحابة" کی جلد: ۱، صفحہ: ۴۹۱ تا ۵۱۳ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الأحاديث يذكر فيها الخضر وحياته

كلها كذب ولا يصح في حياته حديث واحد۔" وہ احادیث جن میں خضر علیہ السلام اور ان کی حیات کا تذکرہ ہے وہ سب کی سب جھوٹ ہیں۔ حیاتِ خضر کے بارے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المنار المنيف، ص: ٦٧)

اسی طرح حکایتوں کی بھی بھرمار ہے، جن میں سے بعض تو من گھڑت ہیں اور بعض کی بنیاد محض گمان ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وعامة ما يُحْكٰى فى هذا الباب من الحكايات بعضها كذب و بعضها مبني على ظن رجل: مِثلُ شخص راى رجلا ظن أنه الخضر وقال: إنه الخضر كما أن الرافضة ترى شخصا تظن أنه الإمام المنتظر المعصوم أو تدعى ذلك"

اس باب میں عام طور پر جو حکایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے بعض جھوٹ پر مبنی ہیں اور بعض کی بنیاد کسی آدمی کے گمان پر ہے، مثلاً کسی شخص نے کسی آدمی کو دیکھا تو اسے خضر علیہ السلام سمجھ لیا اور کہہ دیا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں، جس طرح رافضی حضرات کسی کو دیکھ کر امام منتظر معصوم ہونے کا گمان یا دعویٰ کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ :٢٧/ ١٠١، ١٠٢)

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وانتشر الأمر إلى أن جماعة من المتصنعين: رأيناه وكلمناه فواعجبا ألهم فيه علامة يعرفونه بها؟ وهل يجوز لعاقل أن يلقى شخصا فيقول له الشخص: أنا الخضر فيصدقه"

اور یہ (حیات خضر علیہ السلام کا) معاملہ اس قدر پھیل گیا ہے کہ نام نہاد زاہدوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہم نے اس (خضر) کو دیکھا ہے اوران سے گفتگو کی ہے۔ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے۔ کیا ان لوگوں کے لیے ان (خضر) میں کوئی نشانی اور علامت ہے جس کے ذریعے یہ انھیں پہچان لیتے ہیں؟ اور کیا کسی عقل مند کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے ملے اور وہ شخص اسے کہے کہ میں خضر ہوں اور وہ فوری طور پر اس کی تصدیق کر دے؟

(الموضوعات :١/ ١٤٠)

مفسر قرآن حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

سب سے بڑی دلیل جو وہ حضرات بیان کرتے ہیں یہ ہے کہ بہت سے صالحین سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔ حالانکہ اسے دلیل کہنا دلیل کی توہین ہے کیونکہ جنھوں نے انھیں دیکھا ہے انھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ خضر ہیں؟ کیا انھوں نے پہلے خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ ملاقات پر وہ انھیں پہچان گئے؟ رہا کسی ملنے والے کے کہنے سے کہ میں خضر ہوں، اسے خضر مان لینا سادہ لوحی کی انتہا ہے جس سے فائدہ اُٹھا کر شیطان نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

(تفسیر القرآن الکریم: ۲/ ۵۵٦)

خضر علیہ السلام کے متعلق عجیب وغریب عقائد:

خضر علیہ السلام کے متعلق لوگوں کے اندر عجیب وغریب قسم کے عقائد پائے جاتے ہیں، چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ''خواجہ خضر'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ہندوستان میں انھیں بہت سی جگھوں پر دریا کے دیوتا یا کندوں اور چشموں کی روح کا روپ سمجھا جاتا ہے۔ ان کا ذکر سکندر نامے میں ایسے بزرگ کی حیثیت سے آیا ہے جو چشمہ حیات کے نگران تھے۔ یہ نام پاکستان وہند میں اپنا لیا گیا ہے، ہندو مسلم سب ان کی عزت کرتے ہیں۔ دریائے سندھ کے آس پاس انھیں اکثر دریا کا اوتار سمجھا جاتا ہے اور کبھی کبھی وہ سبز لباس میں ملبوس ایک عمر رسیدہ شخص کی صورت میں دیکھنے میں بھی آتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ڈوبنے سے بچ جائے تو کہا جاتا ہے: اسے خواجہ خضر نے بچا لیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۹/ ۲۱)

اور لکھا ہے: ان بزرگ کے بارے میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مچھلی پر سوار ہوتے ہیں۔ مچھلی کو اودھ کے بادشاہوں نے اپنا امتیازی نشان (Crest) بنا لیا تھا جو ان کے سکوں پر بھی کندہ ہوا۔ مسلمانوں میں لڑکے کے عقیقے کے موقع پر خواجہ خضر کی فاتحہ دی جاتی ہے اور ساتھ ہی ایک چھوٹی سی کشتی دریا میں ڈالی جاتی ہے۔ موسم برسات کے ختم ہونے پر بھی ایسا

ہی کیا جاتا ہے۔(ایضاً :۹/ ۲۲)

علامہ محمد اقبال نے اپنے اشعار میں خضر علیہ السلام کو ''نگران بحر'' اور ''راہنمائے جویائے اسرار'' کہا ہے۔(ایضاً: ۹/ ۲۱)

ایک بلوچ شاعر کی نظم میں جو دریائے سندھ کی ایک جنگ کے بارے میں ہے، ایک کشتی کے دریا میں چھوڑ دیے جانے کا بیان ہے تا کہ ''وہ خواجہ خضر کی لہروں میں تیرے'' اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''خواجہ خضر خود اس جنگ کو یاد رکھیں گے۔''(ایضاً: ۹/ ۲۲)

بعض لوگ خواجہ خضر خواج کی نیاز دریا میں پھینکتے ہیں تا کہ کشتی یا جہاز بخیر و عافیت کنارے پر لگ جائے، گویا ایسا مشرکوں کے لیے خواجہ خضر ایک مستقل اوتار یا معبود بن گیا ہے۔(تیسیر القرآن : ۲/ ٦٥٤)

خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ لکھا ہے ......اس کے بعد اگر ہو سکے تو حضرت خضر علیہ السلام کی نماز بارہ رکعتیں پانچ سلاموں کے ساتھ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ فیل، دوسری میں لایلاف، تیسری میں ماعون، چوتھی میں کوثر، پانچویں میں کافرون، چھٹی میں نصر، ساتویں میں تبت، آٹھویں میں اخلاص، نویں میں خلق، دسویں میں سورہ ناس پڑھے۔ (گیارھویں بارھویں کے متعلق کچھ ارشاد نہیں ہوا) جو شخص اس نماز کو ہمیشہ پڑھے اس کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات حاصل ہو جاتی ہے۔ (تلقین مرشد کامل از صادق فرغانی، ص: ۲۴۰ بحوالہ شریعت وطریقت، ص:۲۳۴)

یہ اور اس طرح کی دیگر ہفوات پر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔